مالی سال کے اختتام تک جماعتوں کو اپنا بجٹ پورا کرنے کے لئے انتہائی کوشش کرنی چاہیئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰؍اپریل ۱۹۷۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا مالی سال ختم ہونے کو ہے۔ سال رواں کا بجٹ پورا کرنے میں قریباً تین ہفتے باقی رہ گئے ہیں (صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے مالی سال مختلف تاریخوں میں ختم ہوتے ہیں) اس لئے اب انتہائی کوشش اور جدوجہد اور پوری لگن سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

چند روز ہوئے میں نے جماعتوں کے امراء اور مربی صاحبان کی طرف خطوط بھی بھجوائے تھے کہ وہ بجٹ پورا کرنے کی طرف توجہ دیں۔ بجٹ بہرحال پورا ہونا چاہیئے نہ صرف پورا ہونا چاہیئے بلکہ حسب روایات سابقہ بجٹ سے زائد رقم وصول ہونی چاہیئے کیونکہ مومن کا قدم پیچھے نہیں ہٹتا ہمیشہ آگے ہی بڑھتا ہے۔

چندوں کی کچھ رقوم تو بعض جائز مجبوریوں کی وجہ سے یا بعض غفلتوں اور سستیوں کے نتیجہ میں مالی سال کے آخری دنوں تک رکی رہتی ہیں چنانچہ ہر سال ان دنوں میں نسبتاً بہت زیادہ رقوم مرکز کو وصول ہو جاتی ہیں۔

میں نے اس سے قبل بھی ذمہ دار اصحاب کو توجہ دلائی تھی کہ احباب جماعت پر مالی بوجھ سارے سال پر پھیلا کر ڈالا کریں تا کہ بعض دوستوں کو چندوں کی ادائیگی میں کوفت اور تکلیف

نہ ہو لیکن جس طرح بعض احباب غفلت برتتے ہیں اسی طرح بعض عہدیدار بھی سارا سال پوری تندہی سے کام نہیں کرتے۔

سال کے آخر میں اپنے بجٹ کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ بعض جماعتیں ایسی بھی رہی ہیں اور اس سال بھی ہیں جو وقت سے پہلے اپنا بجٹ پورا کر دیتی ہیں (میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ میں مختصر سا خطبہ دینا چاہتا ہوں) اور اب ایسی جماعتیں یہ کوشش کر رہی ہیں کہ سات یا دس یا بارہ فی صد اپنے بجٹ سے زائد قربانیاں دے کر اور ایثار دکھا کر محبت الٰہیہ کا اظہار کریں اور غلبہ اسلام کی اس مہم کے ساتھ اپنے تعلق کو نمایاں سے نمایاں تر ثابت کریں چنانچہ ایک جماعت جس کا سالانہ بجٹ تین ساڑھے تین لاکھ روپے کا تھا وہ اپنا یہ بجٹ پورا کر چکی ہے اور اب کوشش کر رہی ہے کہ ۴۰۔۵۰ ہزار روپے زائد جمع کر لے۔ اس قسم کی کئی اور جماعتیں بھی میرے علم میں ہیں (لیکن اگر میں نے ان کے نام لینے شروع کئے تو بات لمبی ہو جائے گی) پھر بعض ایسی جماعتیں بھی ہیں جو عام طور پر سال کے آخر میں اپنا بجٹ پورا کر دیتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اکثر جماعتیں ایسی ہی ہوں گی البتہ بعض جماعتیں ایسی بھی ہیں کہ جو کبھی بھی اپنا بجٹ پورا نہیں کرتیں۔ وہ سوئی رہتی ہیں اس حد تک کہ آخری وقت میں بیداری کے باوجود ان کی کوششوں کا وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو نکلنا چاہیئے۔ ایسی جماعتوں کو بار بار توجہ دلائی گئی ہے لیکن بعض جماعتوں کو کاغذی گھوڑے دوڑانے کی عادت پڑ گئی ہے اور بعض ایسے عہدیدار بھی ہیں کہ ان کو مثلاً پہلی ششماہی گزرنے کے بعد جب ناظر بیت المال کا خط جاتا ہے کہ اس ششماہی میں یعنی پچھلے چھ ماہ کے بجٹ کے مطابق اتنی وصولی ہونی چاہیئے تھی مگر اس کے مقابلہ میں مثلاً چھ مہینے کا بجٹ اگر سو روپے ہے تو وصولی ستر فیصد ہے اس لئے توجہ دیں تو ان کو جواب یہ آتا ہے اور عہدیدار یہ سمجھتا ہے کہ اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ آپ کا خط ملا۔ میں نے اس کی نقول مختلف حلقوں میں بھجوا دی ہیں۔ اگر حلقوں میں خط بھجوانے ہوتے تو یہاں سے ان کو براہ راست بھجوائے جا سکتے تھے نقلیں کرنے کی زحمت نہ دی جاتی۔

پس ایسی جماعتوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ بیدار ہو جائیں اور ایسی جماعتوں کے احباب کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ یا تو ذمہ دار عہدیداروں کو بیدار کریں یا پھر ایسے

عہدیداروں کو جماعتی کاموں سے فارغ کر دیں۔ ان بیچاروں کے کندھوں پر دوست ایسا بوجھ کیوں ڈالتے ہیں جس کو وہ اٹھا ہی نہیں سکتے اور وہ بھی کیوں یہ خواہش رکھتے ہیں کہ آئندہ سال بھی اس قسم کا بوجھ ان کے کندھوں پر ڈال دیا جائے جس کے متعلق ان کو علم ہوتا ہے کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک آدمی کے کندھوں پر ایسا بوجھ ڈال دینا جسے وہ اٹھا نہیں سکتا، ظلم ہے۔ جب پچھلے دس پندرہ سال سے تجربہ ہو رہا ہے کہ کچھ لوگ اس بوجھ کو نہیں اٹھا رہے یا نہیں اٹھا سکتے تو پھر ان پر جماعتی کاموں کا بوجھ ڈال دینا زیادتی ہے۔ یہ حرکت تو اگر کسی گدھے کے ساتھ کی جائے تب بھی انسان اسے ظلم سمجھتا ہے۔ انسان کو تو اللہ تعالیٰ نے گدھے سے بدرجہا بہتر بنایا ہے بشرطیکہ وہ اپنے مقام کو سمجھے۔ پس جو سلوک آپ ایک گدھے سے کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے وہ ایک انسان سے کیوں کرتے ہیں اور بار بار اس کی طاقت سے زیادہ اس کے کندھوں پر بوجھ کیوں ڈال دیتے ہیں؟ آپ اسے کیوں عہدیدار منتخب کر لیتے ہیں اور جماعتی ذمہ داریاں اس کے سپرد کر دیتے ہیں؟ ایسے شخص کو عہدیدار منتخب کرنا عزت افزائی نہیں اور نہ اس کا احترام مقصود ہے بلکہ اس پر یہ ظلم ہے کہ اس کے کندھوں پر ایک ایسا بوجھ ڈال دیا جائے جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا۔

پس ایسی جماعتیں بھی ہیں جو اپنا بجٹ پورا نہیں کرتیں گو تھوڑی ہیں لیکن ہیں ضرور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اکثریت ایسی جماعتوں کی ہے جو اپنا اپنا بجٹ پورا کر دیتی ہیں۔ میرے خیال میں ۹۹۹۹۹ احمدی دوست ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی غافل تو ہو جاتا ہے۔ اسے اونگھ تو آ جاتی ہے لیکن نیند نہیں آتی اگر ایسے دوست کو وقت پر اس اونگھ سے بیدار کر دیا جائے تو وہ بشاشت کے ساتھ مالی قربانیوں میں حصہ لینے لگتا ہے ہماری جماعت صرف مالی قربانی نہیں دے رہی بلکہ وقت کی قربانی بھی دے رہی ہے۔ جب ہم مالی قربانیوں کی یاددہانی کراتے ہیں کہ بعض غیر لوگ اور جماعت کے اندر منافق یہ کہتے ہیں کہ دیکھو چندے دینے کی بات کر دی ہے حالانکہ چندہ تو ہماری کوششوں کا شاید ہزارواں حصہ ہوگا۔

ہم صرف چندے کی تحریک نہیں کرتے بلکہ ہم اپنے دوستوں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ غلبۂ اسلام کے لئے دعائیں کرو۔ اب دعا کرنا کوئی معمولی بات تو نہیں ہے دعا کے لئے ذہن

کو تیار کرنا پڑتا ہے۔ دعا کے لئے وقت کا انتخاب کرنا پڑتا ہے دعا کے لئے دنیوی جذبات کو قربان کرنا پڑتا ہے دعا کے لئے دنیوی آراموں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ غرض بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے تب دعا صحیح معنی میں دعا ہوتی ہے۔

پس پیسے دینا تو آسان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جتنا دیا ہے اس کا سولھواں یا اگر موصی ہے تو عام طور پر دسواں حصہ دیا جاتا ہے یا بعض موصی صاحبان پانچواں حصہ بھی دیتے ہیں بعض تیسرا حصہ بھی دے دیتے ہیں لیکن عام طور پر موصی دسواں حصہ دیتے ہیں لیکن جو اوقات کی قربانی مختلف رنگوں میں جماعت لے رہی ہے۔ جماعت سے اور افراد جماعت سے وہ ۲۴ گھنٹے کے ایک دن میں نسبتاً بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا ہے کہ رات کا ایک تہائی حصہ دعاؤں میں اور خدا تعالیٰ کی یاد میں اور اس کی حمد میں اور اس کے احسانوں کا شکریہ ادا کرنے میں خرچ کیا کرو اور اسی طرح دن کے وقت بھی ایک مومن تو صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک بیداری کے اوقات میں اتنا ذکر الٰہی کرتا ہے کہ خدا کے فرشتے کہتے ہیں کہ اس کی نیند کے اوقات کو بھی ذکر الٰہی میں شمار کر لو کیونکہ اگر یہ اس وقت بھی اپنے ہوش میں ہوتا یعنی نیند نہ آئی ہوتی اور خدا تعالیٰ نے اسے آرام کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو یہ اس وقت کو بھی ذکر الٰہی میں گزار رہا ہوتا کیونکہ مومن تو دنیا کے سارے دھندے کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد کو نہیں بھلاتا۔

اسلام ایک ایسا عظیم اور حسین مذہب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی دوسری ظاہری ذمہ داریوں کو چھوڑ کر ہی ذکر الٰہی کی تلقین نہیں فرمائی۔ گو ہم بعض مواقع پر دنیوی مصروفیات کو چھوڑ کر بھی ذکر الٰہی کرتے ہیں مثلاً ہم سب کام چھوڑ کر یہاں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ جب تمہیں نماز جمعہ کے لئے بلایا جائے تو ہر قسم کی بیع وشراء کو چھوڑ دیا کرو۔ میں نے آج نماز جمعہ کے لئے آتے ہوئے محسوس کیا ہے کہ بعض دوست اس ہدایت کی پابندی نہیں کرتے کیونکہ آذان کے قریباً ۵۰۔۵۵ منٹ کے بعد بھی جب میں گول بازار سے گزر رہا تھا تو بعض دکانداروں کے متعلق شبہ ہے کہ انہوں نے بارہ بجے آذان ہونے کے ساتھ ہی دکان بند نہیں کی یہ طریق غلط ہے۔

قرآن کریم کا حکم ہے کہ جس وقت جمعہ کی پہلی اذان ہو تو اس وقت دکانیں بند کر دی جائیں اس لئے میں احباب جماعت سے کہتا ہوں کہ تمہارے اندر یہ ارج (Urge) ہونی چاہیئے تمہارے اندر یہ جذبہ ہونا چاہیئے کہ ہم خدا تعالیٰ کے ہر حکم کی پوری طرح پیروی کریں گے اور بشاشت کے ساتھ کریں گے اس لئے جس وقت اذان کا وقت ہو جائے اس وقت خواہ آپ کے کان میں اذان کی آواز پہنچے یا نہ پہنچے اپنی دکانیں بند کر دیا کرو۔

اب جب تک دوست یہاں ٹھہریں گے دنیا کے دوسرے کام تو نہیں کریں گے خدا کی باتیں سنیں گے خدا کا ذکر کریں گے اس وقت گویا ہمارے جسم اور روح کی ساری قوتیں عبادتِ الٰہی میں لگی ہوتی ہیں۔ غرض کچھ تو اس قسم کی عبادتیں ہیں لیکن ایک وہ عبادت ہے کہ آپ کے ساتھ جو دنیا کی ذمہ داری وابستہ ہے اسے ادا کرنا ہوتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح یہ کہا گیا تھا کہ جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو۔

پس جس شخص نے اس آواز کو سن کر جو قیصر کا تھا وہ قیصر کو دیا اس نے بھی گویا عبادت ہی کی کیونکہ اس نے خدا کا حکم مانا غرض جو ذمہ داری ہاتھوں سے تعلق رکھتی ہے اور حقوق العباد سے جس کا تعلق ہے اس ذمہ داری کی ادائیگی کے وقت بظاہر دنیا کے کاموں میں پوری طرح مشغول اور پوری مہارت کے ساتھ بہتر نتائج نکالنے کی کوشش میں مصروف ایک مومن انسان کا دل بھی ہر وقت خدا کی یاد اور اس کی حمد سے معمور رہتا ہے یہ بھی عبادت ہی ہے۔ اس کے مقابلہ میں مالی عبادت تو بڑی معمولی چیز ہے۔ ہم زیادہ زور اس بات پر دیتے ہیں کہ احباب اسلامی تعلیم کے پیرو اور خدا تعالیٰ کی صفات کے رنگ میں رنگین ہو جائیں چنانچہ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں موصی کے لئے دسویں حصہ کی شرط لگائی ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص کا معیار زندگی اسلامی نہیں اور وہ اپنے اخلاق میں ایک عام مسلمان سے بلند نہیں اگر وہ اپنے مال کا تیسرا حصہ بھی وصیت میں دے دے تب بھی عنداللہ موصی نہیں رہے گا۔ اس کی بہت ساری مثالیں ہیں کئی ایسے لوگ بھی ہیں کہ جب ان میں سے کسی کی وصیت کسی خلاف شریعت فعل کے نتیجہ میں منسوخ ہو جاتی ہے تو وہ لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ انہوں نے مثلاً پانچ سو یا دو ہزار یا پانچ ہزار روپے وصیت کا چندہ دیا ہے وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔

چنانچہ ایسی صورت میں صدر انجمن احمدیہ نے (میں بھی بطور صدر۔ صدر انجمن احمدیہ کام کرتا رہا ہوں) یہ طریق اختیار کر رکھا ہے کہ ہم ان کو کہتے تو یہی ہیں کہ تمہارا قانوناً کوئی حق نہیں ہے تم جو دے چکے ہو وہ دے چکے ہو لیکن ہماری طبیعت یہ گوارا نہیں کرتی کہ تمہارے جیسے آدمی کا پیسہ ہمارے اموال کے اندر باقی رہے اس لئے تمہارا پیسہ واپس کر رہے ہیں وگرنہ دنیا کا کوئی قانون تمہیں وہ پیسہ واپس نہیں دلا سکتا لیکن جماعت احمدیہ کی جو روح ہے یعنی جو حقیقی اسلامی روح ہے وہ یہ برداشت نہیں کرتی کہ ایک شخص اسلام کے احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرے اور شریعت اسلامیہ کا باغی بھی ہو اور اس کا پیسہ ہمارے مال میں ملا ہوا ہو۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ لے جاؤ اپنا پیسہ۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے نتیجہ میں جماعت غریب تو نہیں ہو گئی پانچ سات سال میری خلافت کا مختصر زمانہ ہے اس میں جماعت کی مالی قربانی کہیں سے کہیں پہنچ گئیں خدا تعالیٰ نے بہت زیادہ دیا وہ اب بھی دیتا ہے اور دیتا چلا جاتا ہے۔ اس کے خزانے تو کبھی خالی نہیں ہوتے۔

غرض جہاں تک جماعت کی مالی قربانیوں کا تعلق ہے اس کا ایک حصہ ہم وصیت کی شکل میں یا چندہ عام کی صورت میں ادا کرتے ہیں اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے ۹۹۹۹۹ ایسے افرادِ جماعت ہیں کہ جب ان میں چند لوگ غفلت کر جائیں گے تو ’’ذَكِّرْ‘‘ کے الٰہی حکم کے ماتحت جب ان کو یاد دہانی کرائی جائے گی تو وہ بیدار ہوں گے اور اپنے اپنے حصہ کا بجٹ پورا کر دیں گے۔

پچھلے سال بھی جب اسی طرح آخری دنوں میں بعض جماعتوں کو اپنے اپنے بجٹ پورے کرنے کی تحریک کی گئی تو ہمارے ایک زمیندار دوست جنہوں نے اپنے چندہ کی ادائیگی میں سستی دکھائی تھی جب میری آواز الفضل کے ذریعے یا کسی مبلغ کے ذریعہ ان کے کان تک پہنچی تو انہوں نے اپنے گھر کا جائزہ لیا اور جب انہیں اپنے سارے سال کا چندہ ادا کرنے کی اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے اپنی ایک بڑی اچھی بھینس فروخت کر کے سارا چندہ ادا کر دیا۔ یہی ایک مثالی روح ہے جو جماعت میں پائی جاتی ہے۔ اسی روح کی بدولت جماعت خدا تعالیٰ کے احکام کی بشاشت سے پیروی کرتی ہے اور غلبہ اسلام کی مہم میں اپنا سب کچھ قربان

کرنے سے دریغ نہیں کرتی تاہم کبھی سستی ہو جاتی ہے۔ یہ تو درست ہے کیونکہ انسان کے ساتھ یہ چیزیں لگی ہوئی ہیں لیکن بعض منافق بھی ہوتے ہیں بعض کمزور ایمان بھی ہوتے ہیں۔ لاکھ میں سے ایک ہوگا یا دس لاکھ میں سے ایک ہوگا بہرحال ہم نے ان کو بھی بیدار کرنا اور ان کی تربیت کرنی ہے۔ جہاں تک جماعت کے عہدیدار کا تعلق ہے اگر کوئی شخص عہدیدار بننے کے بعد اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کو نباہتا نہیں تو جماعت اگر اسے پھر اگلے سال کے لئے عہدیدار منتخب کر لیتی ہے تو یہ اس پر ظلم کے مترادف ہے۔ تم اس بیچارے کو کیوں گنہگار کرتے ہو؟

پس جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے مالی قربانیوں کے لحاظ سے جماعتیں تین قسم کی ہیں ایک وہ ہیں جو آج سے پندرہ دن پہلے مجھے یہ اطلاع بھجوا چکی ہیں کہ انہوں نے اپنا بجٹ پورا کر دیا ہے اور اب اپنے بجٹ سے زائد وصولی کرنے کی کوشش کر رہی ہیں دوسری وہ جماعتیں ہیں جو کہتی ہیں کہ وہ اپنے حصہ کا بجٹ وقت کے اندر پورا کر دیں گی اور تیسری وہ جماعتیں ہیں جو ہمیشہ ہی اپنا بجٹ پورا نہیں کر سکتیں دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ ایسی جماعتوں کی حالت پر بھی رحم فرمائے۔

بہرحال یہ ایک بنیادی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہماری جماعت مخلصین اسلام کی جماعت ہے اس لئے اس کے اندر کوئی شیطانی کمزوری نہیں پائی جاتی مخلصین کی یہ جماعت ہمیشہ کوشش کرتی ہے اور جیسا کہ فرمانے والے نے فرمایا ہے ہر سال ان کا قدم آگے بڑھے پیچھے نہ ہٹے۔ چنانچہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ جماعت روز افزوں ترقی پر ہے لیکن کچھ افراد کمزور ہوتے ہیں ان کی تربیت کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔

پس گو مالی سال کے ختم ہونے میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے لیکن مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ پورا ہو جائے گا تاہم جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ کوشش کریں کہ اپنے اپنے بجٹ سے جتنا آگے نکل سکیں نکلیں انفرادی حیثیت میں بھی اور اجتماعی طور پر بھی یعنی چھوٹی بڑی دیہاتی اور شہری جماعتوں کے لحاظ سے بھی۔ باقی جماعت احمدیہ کی یہ جو اجتماعی

زندگی ہے اس میں تو بہر حال آگے نکلنا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی توفیق سے کیونکہ اسی پر ہمارا توکل ہے اور وہی ہمارا سہارا ہے۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ احباب جماعت ربوہ نے بڑی ہمت کے ساتھ اور بڑی بشاشت کے ساتھ وقارِ عمل کے اس کام میں حصہ لیا ہے جو ان کے سپرد کیا گیا تھا۔

مطبع کی کھدائی کا کام قریباً قریباً ختم ہوگیا ہے۔ چند آخری مراحل رہ گئے ہیں یعنی جہاں کہیں دیوار ٹیڑھی ہے یا آگے کو نکلی ہوئی ہے اس کی درستی کا کام رہ گیا ہے اور یہ بھی انشاء اللہ ایک دو دن میں مکمل ہو جائے گا۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے سرانجام پایا ہے اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بھی کرتے ہیں اور شکر کے جذبات سے اپنے دلوں کو معمور بھی پاتے ہیں۔ جہاں احباب نے اس کام میں بڑے شوق سے حصہ لیا ہے وہاں ایک کمزور پہلو بھی سامنے آیا ہے۔ بعض افراد اور بعض محلے کام میں سست بھی رہے ہیں اور بہانوں کی تلاش میں بھی رہے ہیں جو سست تو ہوتا ہے مگر شرمندہ بھی ہوتا ہے وہ اس سے زیادہ بہتر ہوتا ہے جو سستی دکھاتا ہے اور پھر بہانے ڈھونڈتا ہے۔ خدام الاحمدیہ کے صحت جسمانی کے منتظم کو چاہیئے کہ وہ مجھے تفصیلی رپورٹ دیں اور ان لوگوں کی نشاندہی کریں جو اس کام میں سست اور بہانے کرتے رہے ہیں تا کہ میں ان کی اصلاح کی کوشش کروں۔

یہ کام بڑا محنت طلب تھا۔ احباب نے خدا کے فضل سے بڑی محنت کر کے اسے مکمل کیا ہے حالانکہ کچھ دنوں سے گرمی بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں (اطفال) نے اپنے علیحدہ بھی وقارِ عمل کئے اور بڑوں کے ساتھ مل کر بھی کئے اللہ تعالیٰ ان سب کو اسلام اور جماعت کا جنّ بنائے رکھے۔ پھر جو بڑے ہیں خدام ہیں یا انصار ہیں (بعض انصار بڑی ہمت سے کام کرنے والے ہیں) سب نے اس کام میں نہایت گرمجوشی سے حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے سستی دکھائی ہے خدا کرے ان کی سستیاں دور ہو جائیں۔ دوست یہ بھی دعا کریں کہ یہ کام جو شروع ہوا ہے اور بڑی برکتوں سے شروع ہوا ہے۔ جس کے لئے ہزاروں آدمیوں نے گھنٹوں کام کر کے پریس کے تہ خانے کی کھدائی کی ہے اللہ تعالیٰ اس پریس کو جماعت کے لئے اور اسلام کے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے

بابرکت کرے۔ اس پریس کے قیام کا مقصد قرآن کریم کی عالمگیر اشاعت ہے۔ خدا کرے کہ ہمارا یہ مقصد ہمارے تخیل اور تصور سے بڑھ کر پورا ہو۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ سے جماعت احمدیہ کو قرآن کریم کے انوار ساری دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرے میں ایک اور دعا کی طرف بھی جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میر داؤد احمد صاحب جو جامعہ احمدیہ کے پرنسپل بھی ہیں اور کئی سالوں سے جلسہ سالانہ کے افسر اعلیٰ بھی ہیں اور ناظر خدمت درویشاں بھی ہیں، وہ کچھ عرصہ سے بہت بیمار چلے آ رہے ہیں کل شام تو حالت بہت تشویشناک ہوگئی تھی۔ خود انہوں نے ہی کہا کہ مجھے سورۂ یٰسین سناؤ۔ چنانچہ سورۂ یٰسین جو قرآن کریم کا بڑی برکتوں والا حصہ ہے وہ سنایا گیا۔ سانس اکھڑا ہوا تھا جس طرح نمونیہ میں سینہ اور پھیپھڑے کی کیفیت ہوتی ہے اسی طرح کی کیفیت طاری تھی۔ سانس مشکل سے آ رہا تھا۔ بخار بڑا تیز تھا بہت تشویشناک حالت تھی۔ ہم سارے گھر والے وہاں اکٹھے ہوئے ہوئے تھے اور بڑے فکرمند تھے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے تھے۔ دراصل ایک مومن کی دعا یہی ہوتی ہے کہ اے خدا! میں تیرے فضلوں کی امید رکھتا ہوں اور کسی صورت اور کسی شکل میں تجھ سے مایوس نہیں ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ دعا کی کہ اے خدا! تجھے سب قدرتیں حاصل ہیں یہ تیرا فضل ہے کہ تو نے ہمارے دلوں میں یہ روشنی پیدا کی ہے کہ اس حالت میں بھی جو اپنے عزیز کی دیکھ رہے ہیں ہم تجھ سے مایوس نہیں ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ اگر تو چاہے تو جس کو دنیا آخری سانس کہتی ہے اس کے بعد بھی اس کو کئی سال تک سانس آتے رہیں۔ ہم نے اپنی زندگیوں میں خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے ایسے کئی نظارے دیکھے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ شفا دینے والا ہے وہ حیّ وقیّوم خدا ہے۔ وہی انسان کو زندگی دیتا اور اس کو قائم بھی رکھتا ہے کیونکہ وہ ساری قوتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔

غرض جب بالکل مایوسی کی حالت طاری ہوگئی یہاں تک کہ وہ اپنی بیٹی کو نصیحت کرنے لگے کہ میں جا رہا ہوں تم یہ خیال رکھنا وہ خیال رکھنا باتیں کرتے کرتے (ان کی باتوں نے میری طبیعت پر اثر ڈالا کہ کچھ) ان کے اندر بھی تبدیلی آ گئی۔ چنانچہ یہ کہہ کر کہ جامعہ احمدیہ کے استادوں اور طلباء کو میرا سلام اور پیار ہو اور کہنا کہ میں ان کا خیال رکھتا رہا ہوں۔ اگر مجھ

سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف کر دیں۔ چند لمحوں کے بعد کہنے لگے اگر میں آج مر جاؤں تو ان کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا۔ اگر زندہ رہوں تو میں ان کی خدمت کرنے کی اور کوشش کروں گا۔ اس وقت میری طبیعت پر یہ اثر تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے کوئی ایسی تبدیلی پیدا کر دی ہے جس سے حالت بہتر ہونے کی امید ہے ویسے غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے وہ کسی کو کتنی زندگی دیتا ہے چند گھنٹوں کی چند دنوں کی چند برسوں کی یہ تو وہی جانتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہمارے بیٹھے بیٹھے ان کا بخار کم ہو گیا۔ طبیعت میں سکون پیدا ہو گیا۔ آج صبح بھی خدا کے فضل سے وہ کیفیت نہیں تھی جو کل شام تھی۔ پہلے کی نسبت بڑا فرق ہے۔ طبیعت میں سکون ہے۔ سانس کی تکلیف نہیں۔ پھیپھڑوں میں تکلیف نہیں تاہم ان عوارض کی اصل وجہ ایک تو خون کے دباؤ کا بہت بڑھ جانا ہے دوسرا بلڈ یوریا (Blood Urea) جسے میر صاحب کی طبیعت کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ پچاس تک معمول کے مطابق ہونا چاہیئے تھا وہ ۲۰۰ تک پہنچ گیا۔ کبھی اس سے کم اور کبھی زیادہ ہوتا رہا ہے۔ بڑھے ہوئے یوریا کی وجہ سے گردے بہت مجروح ہو چکے ہیں۔ بہت تھوڑا کام کر رہے ہیں۔ کل پیشاب بالکل بند ہو گیا تھا جس سے ڈاکٹروں کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ گردوں نے کام کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے اگر گردے کام نہ کریں تو وہ زہر جو جسم سے گُردوں کے ذریعہ پیشاب کے راستے خارج ہوتے ہیں وہ خارج نہیں ہو سکتے جب وہ زہر جسم کے اندر رہتے ہیں تو بڑی تشویشناک حالت ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ بیماریاں تو ابھی دور نہیں ہوئیں۔ یوریا کی اور اس کے نتیجہ میں گردہ کی تکلیف اور خون کے دباؤ میں کوئی نمایاں تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ تاہم خدا تعالیٰ کے آگے تو کوئی چیز انہونی نہیں ہے، وہ سب قدرتوں کا مالک ہے اس واسطے جو حقیقتاً آخری سانس ہوتا ہے یعنی جس کے بعد انسان دوسرا سانس نہیں لے سکتا اس وقت تک مومن مایوس نہیں ہوتا پھر وہ بعض دفعہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے جلوے بھی دیکھتا ہے اور بعض دفعہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ پڑھ کر اور رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا کہہ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس عالمین پر حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے اور ہمیشہ اسی کی حکومت رہے گی۔ ہم اس کے بڑے عاجز گنہگار اور کمزور بندے اور مزدور ہیں ہم اس کی صفات حسنہ کو پہچانتے ان پر یقین رکھتے اور ان کا مظہر بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم تو اس کے

مزدور ہیں اور وہ بھی بڑی عاجز قسم کے۔

غرض مومن کی یہ شان ہے کہ وہ کسی صورت میں مایوس نہیں ہوتا مثلاً بیماری کا سوال ہے تو جب تک عزیز زندہ ہے اس کے لئے ایک مومن انتہائی کوشش کرے گا کہ اسے آرام آ جائے اس کی صحت یابی کے لئے ہر ممکن تدبیر کی جائے لیکن اگر خدا تعالیٰ کی تقدیر میں یہ ہو کہ اس کی زندگی پوری ہو گئی ہے تو پھر ایک طبعی غم جو انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے انبیاء کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے ان کے ماننے والوں کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے اس سے مفر نہیں لیکن خدا تعالیٰ کا شکوہ ایک لحظ کے لئے بھی ایک مومن کے دل میں پیدا نہیں ہوتا وہ اسی طرح اپنے کام میں مشغول ہو جاتا ہے جس طرح پہلے مشغول تھا کیونکہ کام اتنا ہے کہ اس کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں۔ غلبہ اسلام کا کام کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ تو نشانِ راہ ہیں۔ جو دوست کام کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں وہ اپنے پیچھے نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ زندہ رکھتا ہے وہ اس کام میں پورے انہماک کے ساتھ آگے بڑھ جاتے ہیں۔ کام کی اہمیت اور جو فریضہ ان کے سپرد کیا گیا ہے اس کو آخری انجام تک پہنچانے کا احساس توجہ کے ہر گوشہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس کی ان چیزوں یعنی بیماریوں اور اموات کی طرف توجہ نہیں ہوتی یہی وہ اصل کام ہے جسے یاد رکھنا اور جس کی خاطر ہر دکھ کو بھلا دینا چاہیئے۔

بہرحال جو حالت میر صاحب کی کل تھی آج اس سے بہتر ہے بظاہر بہت بہتر ہے لیکن شافی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ دوائیوں نے تو شفا نہیں دینی یہ تو ایک پردہ ہیں۔ پسِ پردہ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں کارفرما ہیں ورنہ ایمان بالغیب کے بغیر ایمان کے ثواب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور پس پردہ ان تاروں کو حرکت میں لائے جن کے نتیجہ میں میر داؤد احمد صاحب کو لمبی زندگی عطا ہو۔ جہاں تک تدبیر کا تعلق ہے وہ تو ہم سب گھر والے اور دوست کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے میر صاحب کو صحت کاملہ بخشے اور انہیں لمبی عمر قوت عمل اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے وہ سب قدرتوں کا مالک ہے۔
اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَالْقُدْرَۃُ لِلّٰہِ۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴؍اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ تا ۴، ۲۲؍جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۳، ۴)